علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر راحیلہ بی بی، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونی ورسٹی پشاور

ڈاکٹر محمد جاوید خان، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، آزاد جموں و کشمیر یونی ورسٹی مظفر آباد

# ڈاکٹر روبینہ شاہین کی ناقدانہ اُپج (مظفر علی سید: ایک مطالعہ کے تناظر میں)

## Dr Robina Shaheen's role in Literary Criticism (Muzaffar Ali Syed: In the context of a study)

Dr. Raheela Bibi, Assistant Professor, Urdu Department, SBBWUP

Dr. Muhammad Javed, Assistant Professor, Urdu Department, AJKU Muzaffarabad

**Abstract**

Dr. Robina Shaheen has written an excellent analysis on the personality and competence of Muzaffar Ali Syed. The author's evaluative approach is admirable. Muzaffar Ali Syed is well-acquainted with the theoretical foundations, principles, and schools of criticism. Dr. Robina Shaheen while writing about Muzaffar Ali Syed presented the facts objectively, avoiding personal preferences, thereby upholding the true spirit of research. Depicting a personality with accuracy and assessing its critical stature objectively is a demanding task, yet Dr. Robina Shaheen has accomplished it through her scholarly taste, stylistic strength, research acumen, and analytical insight.

**Keywords:** Dr. Robina Shaheen, Muzaffar Ali Syed, Critical analysis, Critical theories and principles, Schools of criticism, Research methodology.

انسانی زندگی اور تنقید کا رشتہ ازلی ہے اور تنقیدی صلاحیت نے ہی اصل میں گلستانِ زندگی کو مشاطگی کے ہنر مند ہاتھوں سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ انسان اگر اپنا ناقد نہ ہوتا تو ہر گز اتنا خوبصورت نہ ہوتا۔ تہذیب، شائستگی، رکھ رکھاؤ، اعلیٰ اخلاق، تعلیم و تربیت، بود و باش کا نکھار، آراستگی، تنظیم، ترتیب اور ارتقائی مراحل سب تنقید ہی کے مرہون منت ہیں۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں انسان ناقدانہ صلاحیتوں ہی کے ذریعے مدد حاصل کرتا ہے۔ لیکن اچھے سے بہتر اور بہتر سے بہترین کے سفر میں سطحی نگاہ سے منزلیں سر نہیں کی جاتیں۔ یہ راستہ ناقدانہ نظر کا متلاشی اور تجزیے کا طلبگار ہے۔ اقبال نے اس قرینے کو بڑے ہی خوبصورت قرینے سے واضح کیا ہے کہ:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

برا سمجھوں انھیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا کہ میں تو خود بھی ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں (۱)

جب انسان اور اس کی جبلت میں تنقید کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، تو ادب سے تنقید کا جو اٹوٹ رشتہ ہے اس کی اہمیت کو نظر انداز کیسے کیا جاسکتا ہے۔ دراصل شاندار تخلیق، تنقید کے بغیر شہرت عام اور بقائے دوام سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ ادب کی ترتیب، ترغیب، ارتقا اور نمو میں جس قدر حصہ ناقدانہ اصولوں نے ڈالا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج اردو نثر و شعر میں تنقید کی بدولت یہ صلاحیت ابھر کر سامنے آئی ہے کہ وہ عالمی ادبیات اور قدیم زبانوں کے ادب کا بھرپور مقابلہ کر سکے۔ اس لحاظ سے اردو زبان و ادب کے فروغ اور عظمت میں تنقید کا کردار ہمیشہ سے احسن اور غیر متنازعہ رہا ہے۔ دنیا کے نقشے پر رونما ہونے والی واضح تبدیلیوں کے تناظر میں بھی ادب اور تنقید کے دائرہ کار کو نئے مفاہیم اور سمت دینے کی کوششیں جاری و ساری ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں عصر حاضر کے نئے اور جدید موضوعات ادب میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

> "ہر لمحہ تغیر پزیر ہے۔ حالات و واقعات کا ایک سیلاب ہے جو تاریخ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے انسان غاروں سے نکل کر ارتقا کرتا ہوا موجودہ مشینی اور سائنسی دور میں داخل ہو گیا۔ تہذیب و تمدن کی ترقی نے عصرِ حاضر میں چکاچوند کی صورت اختیار کر لی ہے۔ زندگی کی تبدیلیوں اور انقلابات کے ساتھ ساتھ ادب میں بھی تغیر و انقلابات آئے۔ عصر جدید میں معاشرے کے تقاضے تیزی سے بدلے ہیں۔ اس لیے تخلیق و تنقید کے قرینے بھی جدید سے جدید تر ہو گئے۔ اسلوب اور تکنیک میں بھی ارتقا پیدا ہوا ہے" (۲)

اس بحث اور پس منظری تحریر کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ مظفر علی سید کے احوال و آثار کے بارے میں شناسائی حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر روبینہ شاہین کی کتاب "مظفر علی سید: ایک مطالعہ" نظر سے گزری۔ مظفر علی سید ایک ناقد ہیں۔ تنقیدی نظریات، اصولوں، ضابطوں، دبستانوں اور انقلابِ دوراں کے پیچ و خم سے بخوبی واقف ہیں اور عصری تقاضوں سے بھرپور واقفیت رکھتے ہوئے نئے اور جدید تجربات کو اپنانے سے گریز نہیں کرتے۔ مظفر علی سید نے تحقیق و تنقید کو روایت اور جدت کے خانوں میں منقسم نہیں کیا۔ بلکہ تحقیق و تنقید کو باہم مربوط کر کے ذاتی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر تازہ امکانات کی راہیں متعین کی ہیں۔

> "مظفر علی سید کی تنقید محبت اور نفرت کی متضاد انتہاؤں پر سفر کرتی ہے۔ ان کا مطالعہ، مشاہدہ اور حافظہ اور ان سب پر مبنی ان کا جرات مندانہ تجزیہ اہم نقادوں کے زمرے میں لے آتا ہے" (۳)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ایسی شخصیت کے احوال و آثار مرتب کرنے اور ناقد پر تنقید کرنا گویا پل صراط سر کرنے کے برابر ہے۔ڈاکٹر روبینہ شاہین ایک کہنہ مشق اور بہترین معلمہ ہیں۔ایک صاحبِ طرز تخلیق نگارہ، ادب کی سمجھ بوجھ رکھنے والی ادیبہ اور تحقیق کے اسرار و رموز سے کامل شناسائی رکھنے والی راست محققہ ہیں۔ ان کے تنقیدی نظریات اور تنقید کو پرکھ، جانچ، جانکاری، تجزیے، موازنے، مقابلے اور امتیازی شان کے استخراجی نتائج کے حصول کے ہر حربے کو استعمال کرنے میں ان کی ہنر مندانہ مساعی کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔پروفیسر سحر انصاری ڈاکٹر روبینہ شاہین کی ناقدانہ صلاحیتوں کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "مقام مسرت ہے کہ پشاور یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کی استاد ڈاکٹر روبینہ شاہین نے بڑی کاوش اور ذمہ داری سے مظفر علی سید کی شخصیت و فن پر پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا۔روبینہ شاہین نے ماخذ کی تلاش، تجزیے اور نتائج کے ضمن میں معروضی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔کسی شخصیت پر تحقیق و تنقید کا مقصد ممدوح کی مدح سرائی نہیں ہونی چاہیے۔ یہی نقطہ نظر مظفر علی سید کا بھی تھا، جسے ڈاکٹر روبینہ شاہین نے اپنی تحریر میں برقرار رکھا ہے"(۴)

مصنفہ کا تنقیدی انداز قابل داد ہے۔معروضی نقطہ نظر کو اختیار کرتے ہوئے اپنے ممدوح کی درست تصویر کشی کرنا اور اس کے ناقدانہ قد و قامت کا تعین کرنا انتہائی جان جوکھوں کا کام ہے اور اس سے ڈاکٹر روبینہ شاہین اپنے مطالعہ کے ذوق، اسلوب کی طاقت، محققانہ صلاحیتوں اور تجزیاتی نگاہ کی بدولت احسن انداز میں عہدہ برآ ہوئی ہیں۔

> "مظفر علی سید کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کی جڑیں پوری طرح اپنی زمین میں پھیلی ہوئی تھیں، اردو ادب میں جو کچھ اچھا لکھا گیا اس سے واقف تھے، مغربی ادب میں نئی تحریکیں اور تجربات سامنے آرہے تھے، اس کے گہرے شناور تھے اور جو نئی آگاہی عسکری کی صورت میں پیدا ہوئی تھی اس کو پوری طرح جانتے تھے۔ بقول حنیف رامے یہ مظفر علی سید ہی تھے جو عسکری سے چونچ لڑا سکتے تھے ورنہ باقی ادیبوں کا رویہ تو یہ تھا کہ عسکری کو کوہ ہمالیہ خیال کرتے تھے۔چناں چہ عسکری سے بات کی جرات اور حق مظفر ہی کو حاصل تھا۔عسکری کے بعد سب سے زیادہ مطالعہ مظفر علی سید کا تھا۔چناں چہ عسکری سے وابستگی اور اختلاف دونوں صورتیں پیدا ہوئیں۔جب عسکری نے ادب میں مذہبی اقدار کو اہمیت دینی شروع کی تو مظفر علی سید نے اختلاف کیا۔حنیف

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

رامے نے مزید بتایا اور ڈاکٹر وحید قریشی نے تائید کی کہ مظفر علی سید اپنے مطالعے کو خود پر سوار کر لیتے تھے اور ان کے جاننے والوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ آج کل کون سا فن پارہ زیر مطالعہ ہے۔ وہ ادب کی ساری کیفیت کو خود پر وارد کر کے اسے اپنی شخصیت کا حصہ بنا لیتے تھے"(۵)

ڈاکٹر روبینہ شاہین نے مظفر علی سید کے احوال و آثار کی پیشکش میں صرف آرا کا اظہار کر دینا کافی نہیں سمجھا۔ مدللانہ انداز میں استخراجی نقطہ نظر اختیار کرتے ہوئے درست تجزیہ پیش کرنے کی کامیاب جسارت کی ہے۔ انہوں نے مظفر علی سید کی تحریروں کے حوالے سے جو تجزیاتی انداز اختیار کیا ہے وہ محض تاثرات، جذبات تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ اپنے مطالعہ کو منطقی استدلال اور معروضیت کے ساتھ پیش کر کے وسیع فکری جہات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے خود کو تنقید برائے آفرین و تحسین کا قائل نہیں کیا، بلکہ صداقت کی جملہ حقیقتوں کو حقیقت پسندی اور غیر جانبدارانہ تدبیر سے جانچا اور پرکھا ہے۔ یوں وہ اپنی رائے میں تحقیقی بصیرت، فکری تازگی اور امتیازی تنقیدی شان کی نمائندہ بن کر سامنے آتی ہیں۔ روایتی نظریاتِ نقد سے قطع نظر ڈاکٹر روبینہ شاہین نے فنِ تنقید میں جدتِ تاثر اور اصلیت کی عکس بندی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک کھری اور درست تصویر کشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی ان کی انفرادیت بھی ہے کہ ان کی ناقدانہ اُپج ایک امتیازی وصف کے ساتھ اپنا الگ تنقیدی تشخص اجاگر کرنے میں بھرپور طریقے سے کامیاب ہوئی ہے۔ ڈاکٹر روبینہ شاہین کے تجزیے میں کہیں تضاد نظر نہیں آئے گا۔ کسی جگہ اپنے پیش کردہ نظریے کی نفی کرتی ہوئی دکھائی نہیں دیں گی۔ وہ اول تا آخر اپنے ناقدانہ اصول پر مضبوطی سے ڈٹ جاتی ہیں اور یہ کڑی اصول بندی ان کے مضبوط اور باوقار ناقد ہونے کی دلیل اور پہچان بھی ہے۔

"مظفر علی سید نے ایک خاص ادبی تہذیب اور ثقافتی ماحول میں وقت گزارا۔ جس کا ان کی شخصیت پر گہرا اثر ہوا۔ طالب علمی کے زمانے میں مثلاً جب انہوں نے کولرج کے بارے میں پڑھا کہ وہ اور اس کے چند ہم عصر تجربے کے طور پر رتی بھر افیم کا روزانہ استعمال کرتے تھے تو موصوف نے بھی یہ تجربہ شروع کر دیا۔ میرا بائی اور میرا جی کی عشق کی وارداتوں کا سنا تو یہ تجربہ بھی کرنا چاہا"(۶)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ان کی نظر میں تنقید صرف تاثراتی اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ اصول وضوابط کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی فن پارے کو پرکھنے کا ایک باقاعدہ عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آرا آپس میں کشمکش اور تضاد کی کیفیات کا شکار ہونے کی بجائے کڑی در کڑی آپس میں پیوست دکھائی دیتی ہیں۔ ڈاکٹر روبینہ شاہین کا قوت نقد و تبصرہ کوئی خیالی و تصوراتی نہیں اور نہ ہی روایت پسندی کی بے جا تقلید کرنے والا بے کیف تبصرہ ہے۔ بلکہ وہ ایک جاندار نظریہ تاثر کی بنا پر خالق اور قاری کے درمیان ایک ایسا ربط قائم کرتی ہیں۔ جہاں قاری کا ذہن تخلیق کار کے ذہن کے برابر رسائی پا کر موضوع کی گرفت میں آجاتا ہے۔ ڈاکٹر روبینہ شاہین کے تنقیدی معیار کا مقصد نامعلوم کا سراغ لگانا اور پھر گرد پڑے موضوع پر سے اپنے ناقدانہ ہنر سے گرد ہٹا کر اس کی دھندلاہٹ کو ختم کر کے اصل اور قابل قبول چہرے کی عکاسی کرنا ہے۔

> "جب مظفر علی سید کے شعری لب و لہجے کی بنت اور اٹھان پر نظر ڈالی جائے تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا شعری ڈکشن روایت اور بالخصوص ہندی فضا کا بھرپور اظہار پیش کرتا ہے۔ ان کا شعری اسلوب انوکھا، نرالا یا زیادہ منفرد نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۹۴۷ کے بعد کچھ شعرا کے ہاں ایسا رجحان ملتا ہے۔ بالخصوص گیت اور دوہے جیسی شعری اصناف میں ہندی انداز کو اپنایا گیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ تو یہی ہے کہ گیت اور دوہا ہندی تہذیب و تمدن کی دین ہے اور دوسری اہم وجہ یہ بھی کہ تقسیم کے بعد پاکستانی شعرا نے تخلیقی سطح پر ماضی کی بازیافت کا ایک شعوری انداز بھی اختیار کر لیا اور اس گنگا جمنی کلچر کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ جو صدیوں سے برصغیر میں رائج اور عام تھا۔ چناں چہ یہاں مظفر علی سید نے روایت سے استفادے اور شعوری تقلید کا انداز اپنائے رکھا۔ انہوں نے اپنی طبع زاد شاعری میں ایسے الفاظ کثرت سے استعمال کیے ہیں۔ جن کا اصل ماخذ ہندی زبان و ادب یا تہذیب ہے"(۷)

شخصیت کے احوال کے بیان سے جہاں اُس شخصیت کی پنہاں پرتوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ وہیں محققین کے لیے تحقیق کے کئی در وا ہوتے ہیں۔ دوسری جانب ناقدین کے لیے تخلیق کی بازیافت اور پس منظری مطالعہ کا سامان بھی حاصل ہوتا ہے۔ بطور محقق کسی شخصیت کے احوال و آثار کے تحریر کرنے کا انداز، خاکہ نگاری اور سوانح نگاری سے یکسر مختلف ہے۔ کیونکہ بطور محقق جب کسی شخصیت کے احوال و آثار کو تحریر کیا جاتا ہے تو ایک خوبی تو یہ ہے کہ اس میں محققانہ صداقت اور حقیقت پسندی کا رجحان غالب رہتا ہے۔ محقق کو بہر صورت حقائق تک رسائی حاصل کرنی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

احوال و آثار کا تعلق ممدوح کے تخلیقی سفر سے ہے۔ شخصیت کا عکس تخلیق و تحریر پر پڑتا ہے۔ اس لیے محقق خود ان گوشوں کی تلاش میں ہوتا ہے، جو بالواسطہ یا بلاواسطہ تخلیقی سرمائے کے لیے مہمیز ثابت ہو رہے ہیں۔ یہاں محقق کا کمال ہے کہ وہ درست حقائق تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور قابل ذکر امر تو یہ ہے کہ اس نے اس شخصیت کا تعارف کسی قاری سے نہیں کروانا، بلکہ ناقدین اور محققین کے سامنے یہ تحقیق رکھنی ہے۔ اس لیے وہ حرف حرف احتیاط سے تحریر کرتا ہے۔

> "تنقید کا تعلق ادبی تخلیق سے ہے اور ادبی تخلیق کا تعلق فکر، جذبے، مشاہدے، احساس، تجربے اور جمالیاتی اظہار پر قدرت سے ہے۔ یہ تمام چیزیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور تبدیل ہوتی رہیں گی اس لیے نقاد کے ذہن کو سب سے زیادہ کھلا رہنا چاہیے اور اس میں رد و قبول کی سب سے زیادہ صلاحیت ہونی چاہیے۔ اگر نقاد خشک پتے کی طرح ہوا کے ہر رُخ پر اڑنے لگے تو ادبی تفہیم بے سمتی کا شکار ہو کر رہ جائے گی اور تخلیق کثرت تعمیر سے پراگندہ"(۸)

راقمہ نے ڈاکٹر روبینہ شاہین کی کتاب "مظفر علی سید: ایک مطالعہ" کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ حالات زندگی پر مشتمل باب، نظریاتی تنقید اور عملی تنقید کا احاطہ اور پھر باب چہارم (مظفر علی سید بحثیت مترجم اور شاعر) اور اس کے بعد باب پنجم (مظفر علی سید کا اسلوب اور مقام و مرتبہ) باہم مربوط نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر روبینہ شاہین کا محققانہ انداز انہیں ایک گراں قدر محقق و نقاد کے روپ میں سامنے لا رہا ہے۔ ڈاکٹر موصوفہ ایک بہترین محققہ کے ہر معیار، ہر کسوٹی اور ہر ترازو پر پورا اترتی ہیں۔ ان کا اندازِ تحقیق کسی زاویے سے ان کی نوواردی کا اظہار یہ نہیں بنا، بلکہ کسی محقق اور نقاد میں جتنی صلاحیتیں، ہنر کاری، مہارت، چابکدستی اور سالمیت ہوتی ہے یا ہونی چاہئے وہ تمام تر اوصاف ڈاکٹر روبینہ شاہین کے ہاں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

> "مظفر علی سید نے نثری اور شعری ادب دونوں کے عمدہ تراجم پیش کیے۔ انہوں نے نہ صرف مغربی ادب بلکہ ترکی، فارسی اور روسی ادب کے ترجمے کر کے ان زبانوں کے عمدہ اسالیب کو اردو زبان میں سمونے کی کوشش کی۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمے کا اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو اس کا اہم مقصد اور فائدہ یہ ضرور ہونا چاہیے کہ یہ نئے اسالیب کو ہماری زبان میں ڈھالے۔ اردو کے منفرد تخلیق کار، نقاد اور مترجم جنہیں ایک مکتبِ فکر کی حیثیت حاصل ہے، محمد حسن عسکری نے کئی مغربی ناولوں کے تراجم کیے"(۹)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر روبینہ شاہین نے اپنی تحریر میں دلائل، مستند شواہد، مصدقہ معلومات، منطقی جواز کو اس انداز سے ترتیب دیا کہ شروع سے آخر تک دلچسپی اور فکری پہلو برقرار رہے۔ مصنفہ نے مظفر علی سید کی زندگی کے تمام نشیب و فراز کو باریک بینی سے اس طرح اجاگر کیا گویا قاری کے سامنے مکمل تصویر کھینچ کے رکھ دی۔ یہ نقاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ زندگی سے مربوط خیر و شر کی تمام قدروں کو اپنی ذاتی پسند ناپسند کی بنیاد پر پیش نہ کرے، بلکہ علمی و فکری بنیادوں پر رائے قائم کرے اور ڈاکٹر روبینہ شاہین نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا ہے جو ان کے غیر جانبدار، منصفانہ اور پیشہ ورانہ رویے کی واضح عکاسی کرتا ہے۔

> "ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر وحید قریشی نے بتایا کہ مظفر علی سید کسی چیز کو سنجیدگی سے نہ لیتے تھے اور متلون مزاج تھے یہی وجہ ہے کہ اپنی کتابیں مرتب نہ کر سکے جب مشفق خواجہ نے ان کی واحد تصنیف ان کا "وزیٹنگ کارڈ" بتائی تو اس کے رد عمل میں تنقیدی مضامین کا مجموعہ "تنقید کی آزادی" اشاعت پزیر ہوا۔ مجلس آرائی کا شوق تھا۔ گھومنے پھرنے کے شیدائی تھے۔ چائے، سگریٹ، کافی ہاؤس اور علمی و ادبی مباحث ان کی زندگی کا محور تھے۔ طبیعت میں چیزوں کو رد کرنے کا رجحان غالب تھا۔ فقرے بازی میں عسکری کے مقلد تھے۔ جب ڈاکٹر عبادت بریلوی نے "کلیات میر" شائع کرانی تو کہنے لگے دراصل دو کتابیں شائع ہونی چاہئیں ،ایک "کلیاتِ میر" اور دوسری "اغلاطِ کلیاتِ میر"(۱۰)

قائل ہونے کا امر تو یہ ہے کہ ڈاکٹر روبینہ شاہین تنقید کے قدیم و جدید تمام نظریات سے بخوبی واقف ہیں۔ ناقد کا کسی ناقد پر تنقید کرنا اتنا آسان بھی نہیں ہوتا۔ اس کی اولین اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ناقد خود تنقیدی نظریات اور تصورات سے واقفیت رکھتا ہے پھر دوسرے ناقد کی تحریر کی فکری گہرائی اور معیار کا راست تجزیہ کرنے کے لیے زیادہ عمیق علمی و فکری دلائل اور دقیق مشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے جس محنت، مشقت، ریاضت اور تکلیف دہ مراحل سے ڈاکٹر صاحبہ کو گزرنا پڑا ہو گا۔ اس کا اندازہ ان کی تنقیدی و تحقیقی کاوش "مظفر علی سید۔ ایک مطالعہ" سے کیا جا سکتا ہے۔ جو بظاہر ایک تحقیقی مقالہ ہے جو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے لکھا گیا تھا۔ مگر اس تحقیقی سرمایے کی تنقیدی شان، ڈاکٹر صاحبہ کا ناقدانہ مقام اور میدان ادب میں اس کتاب کی ادبی حیثیت سے انکار ممکن نہیں۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

## حوالہ جات


۱۔اقبال، "بانگ درا") مجموعہ کلام اردو مرتبہ مصنف) شیخ غلام اینڈ سنز پبلشرز لاہور ص ۱۱۰

۲۔ڈاکٹر نعیم تقوی، "تنقید و آگہی "غضنفر اکیڈمی اردو بازار کراچی، اشاعتِ اول ۱۹۸۹، ص ۳۰

۳۔ محمد امجد عابد، "حلقہ ارباب ذوق کی تنقید اور عصری شعور "مشمولہ: ادراک) شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ، شعبہ اردو ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ، ۲۰۱۵، ص ۳۴

۴۔ پروفیسر سحر انصاری، ابتدائیہ، مشمولہ: ڈاکٹر روبینہ شاہین۔ مظفر علی سید۔ ایک مطالعہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت اول، ۲۰۱۶ ص ۸

۵۔ڈاکٹر روبینہ شاہین "مظفر علی سید۔ ایک مطالعہ "، انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت اول ۲۰۱۶، ص ۲۴

۶۔ ایضاً، ص ۲۶

۷۔ ایضاً، ص ۲۹۱

۸۔ "ارتقا"، علمی و ادبی کتابی سلسلہ نمبر ۱۳، ارتقا مطبوعات ولایت آباد، مارچ ۱۹۹۴ ص ۲۴۱

۹۔ڈاکٹر روبینہ شاہین "مظفر علی سید۔ ایک مطالعہ "، انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت اول ۲۰۱۶ ص ۲۳۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۳